ذبح حیوان امرِ عادی یا امرِ تعبدی

محمد وصی فصیح بٹ
ریسرچ اسکالر، شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

Sacrifice of Animal
Worshipping Deed or Habitual Action

Abstract:

Although the wheel of life is spinning without a stop and with every new age and generation come new problems and conditions, but the advent of industrial revolution has brought about such a big change in all paradigms of life and there have been new issues in all fields of knowledge in which new vistas of research have opened up.

In this context multifaceted new issues have cropped up in jurisprudence dimensions for which there are no clear injunctions stated in Quran and Sunnah, for which the thinkers of Ummah have to start researching in the light of Quran and Sunnah to seek guidance according to the principle stand.

Automatic Sacrifice is just a piece of this puzzle. The

latest techniques (including automatic Sacrifice) have been the subject of researchers and thinkers for quite a while now. However, careful examination of all the work done on this topic reveal it to be a conflict in condition rather than conflict of principle; this means that all the researchers are unanimously agreed upon the conditions and types of sacrifice after which automated sacrifice does not remain a permanent question but becomes a conditional question of satisfying the conditions of sacrifice. For those researchers who think that it satisfies all the conditions automated sacrifice becomes Halal, for those who do not think it satisfies the conditions it is termed Haraam. Sometime ago, an Egyptian scholar - Late Allama Rasheed Raza - changed his stance from that of the commonly agreed stance and accepted automated sacrifice as correct, after this research there remains no ground for further investigation. Europe's non-sacrificial meat does not remain Haraam, import of meat from Non-Muslim countries does not require no objection certificates from any organization. The gist of his stand is that sacrifice of animal is from habitual actions therefore, optional sacrifice does not encompass the conditions of cutting of veins in neck and flow of blood

in somuch that killing an animal through electrocution is not only Halal in fact it is preferred and better. In this monologue the difference of opinion between most scholars and Allama Rasheed will be elaborated and weighed in the light of actual source (Quran and Sunnah).

تلخیص

''یوں تو زندگی ''ہر دم رواں پیہم دواں'' ہے اور ہر نیا زمانہ اپنے ساتھ نئے مسائل اور نئے حالات لے کر آتا ہے، لیکن خاص طور سے مشین کی ایجاد کے بعد حالات نے جو پلٹا کھایا ہے اس نے انسانی زندگی کے ہر شعبے میں انقلابی تبدیلیاں پیدا کیں اور ہر علم وفن میں نئے مسائل پیدا کر کے تحقیق وتفتیش کے نئے میدان کھولے۔

اس ضمن میں بے شمار فقہی مسائل بھی پیدا ہو گئے ہیں جن کا صریح حکم قرآن وسنت میں موجود نہیں اور ان کا حل تلاش کرنے کے لیئے مجتہدین امت کی تحقیقات کی روشنی میں قرآن وسنت کی اصولی تعلیمات کی طرف رجوع ازحد ضروری ہے۔

مشینی ذبیحہ بھی اس سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے۔ذبیحہ کی جدید صورتیں [بشمول مشینی ذبیحہ] ایک عرصہ سے محققین ومفکرین کی تحریرات کا مرکز بنی ہوئی ہیں۔تاہم ان تمام تحریرات کا بغور جائزہ یہ بتاتا ہے کہ یہ اختلاف اختلاف قانونی نہیں بلکہ اختلافِ واقعاتی ہے، یعنی مذکورہ بالا ارباب فتاوی کی اکثریت اسلامی ذبیحہ کی صورت وکیفیت اور اسکے ارکان وشرائط کے ثبوت میں متفق ہیں، جس کے بعد مشینی ذبیحہ کوئی مستقل مسئلہ نہیں رہ جاتا بلکہ وہ ایک واقعاتی سوال بن جاتا ہے کہ اس میں اسلامی ذبیحہ کے ارکان وشرائط پورے ہو رہے ہیں یا نہیں۔جن محققین کی تحقیق یہ ہے کہ شرائط پوری ہو رہی ہیں ان کے نزدیک جدید مشینی ذبیحہ حلال ہے، دیگر کے نزدیک حرام۔

کچھ عرصہ قبل مصری عالم علامہ رشید رضا مرحوم نے اجماعی موقف سے ہٹ کر تحقیق پیش کی جس کو درست تسلیم کرنے کے بعد مشینی ذبیحہ کے بارے میں کسی مزید تحقیق کی ضرورت نہیں رہتی۔ یورپ کے غیر مذبوح گوشت حرام نہیں رہتے، غیر مسلم ممالک سے گوشت درآمد کرنے میں کسی تفتیشی ادارے کی حاجت نہیں رہتی۔آپ کے موقف کا خلاصہ یہ ہے کہ ذبحِ حیوان امور عادیہ میں سے ہے، لہذا ذبح اختیاری میں بھی گردن کی رگوں کا کاٹنا، خون کا نکالنا شرطِ صحت نہیں، حتی کہ جانور کو بجلی کے کرنٹ کے ذریعہ مار دیا جائے تو وہ نہ صرف حلال ہے بلکہ افضل وپسندیدہ ہے۔

پیشِ نظر مقالے میں جمہور علماء اور علامہ رشید کے اختلاف کو مآخذ اصلیہ (قرآن وسنت) کی روشنی میں پرکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔"

اسلامی ذبیحہ کی اجماعی شرائط

جمہور امت کی اجماعی تحقیق میں حیوان کے حلال ہونے کے لیئے درج ذیل تین شرائط کا تحقق ضروری ہے۔

[الف] روح نکالنے کا صحیح طریقہ، جسے قرآن "ذکاۃ" سے تعبیر کرتا ہے۔ فقہ اسلامی میں اس کی اختیاری صورت کو "ذبح" اور اضطراری صورت کو "صید" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ذبح کی حقیقت یہ ہے کہ حلق اور سینہ کے درمیانی گڑھے [لبۃ] کے درمیان سے کسی دھاری دھار آلہ سے یہ چار رگیں کاٹ دی جائیں۔ یعنی سانس کی نالی [حلقوم]، کھانے کی نالی [مریء] اور دونوں طرف کے خون کی رگیں [اوداج]۔

[ب] بوقت ذبح اللہ کا نام لینا۔

[ج] ذابح کا مسلمان یا کتابی ہونا

ذبیحہ کے متعلق علامہ رشید رضا مصری کا شاذ فتوی

مفتی عبدہ کے شاگرد علامہ رشید رضا مصری [1865 - 1935]۔ مصر کے اہل قلم صحافی اور اہلِ علم مفتی شمار ہوتے ہیں لیکن ذبح کے بارے میں آپ کا موقف جمہور سے بالکل ہٹ کر ہے۔ آپ نے اپنے موقف کا تفصیلی اظہار "تفسیر المنار" میں سورۃ المائدہ کے پہلے رکوع کی تفسیر میں تقریباً ستر صفحات پر محیط بحث میں کیا ہے۔

آپ کے موقف کا خلاصہ یہ ہے۔

﴿الف﴾ ذبح حیوان کے لیئے شرعاً درج بالا امور ضروری نہیں۔ ذبح اختیاری میں بھی گردن کی رگوں کا کاٹنا، خون کا نکالنا شرطِ صحت نہیں۔

لکھتے ہیں:

لان سیلان الدم سبب لحل الحیوان ولکنه لیس شرطا[۱]

"خون کا نکلنا جانور کے حلال ہونے کے لیئے سبب ہے، شرط نہیں۔"

آپ کے نزدیک ذبح کے لیئے صرف اتنا کافی ہے کہ انسان کسی جانور کو کھانے کی نیت سے اپنے ارادہ سے مارے، مارنے کی صورت کچھ بھی ہو۔

تحریر کرتے ہیں:

وقد تقدم معنی التذکیة وانها عبارة عن قتل الحیوان بقصد أکله[۲]

تذکیہ (جوکہ جانور کے حلال ہونے کی بنیادی شرط ہے) کے معنی پہلے بیان ہو چکے کہ یہ کسی جانور کو کھانے کی نیت سے مارنے کا نام ہے۔

﴿ب﴾ علامہ تحقیق کی رو سے کھانے کی نیت سے مارا ہوا جانور ہر حال میں حلال ہے، کوئی مارے، کس طرح مارے، حتیٰ کہ جانور کو بجلی کے کرنٹ کے ذریعہ ماردیا جائے تو وہ نہ صرف حلال ہے بلکہ افضل و پسندیدہ ہے۔

آپ کا ایک جملہ ہے:

وانی لاعتقد ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم لواطلع علی طریقة للتذکیة اسهل علی الحیوان ولا ضرر فیها کا التذکیة بالکهر بائیة. ان صح هذا الوصف فیها. لفضلها علی الذبح [۳]

ترجمہ: اور میرا تو یہ اعتقاد ہے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تذکیہ کا کوئی اور طریقہ معلوم ہوتا جو جانوروں کے لیئے سہولت کا اور کم تکلیف کا باعث ہو، جیسا کہ بجلی سے مارنے کا تذکیہ ہے، اگر یہ وصف اس میں پایا جاتا ہے تو آپ علیہ اسلام اس طریقہ کو ذبح کے طریقے سے افضل قرار دیتے۔

اس عبارت میں بجلی سے مارنے کو بھی تذکیہ کہا گیا ہے۔

﴿ج﴾ اختیاری زکوۃ میں بھی ذبح کرنا، رگوں کا کٹنا شرط نہیں۔ قرآن وحدیث نے انہیں ضروری قرار نہیں دیا۔ یہ سب فقہا کی بے بنیاد تکلفات ہیں۔

علامہ رقم طراز ہیں:

ولما کانت التذکیة المعتادة فی الغالب لصغار الحیوانات المقدور علیهاهی الذبح کثیر التعبیر به فجعله الفقهاء هوالاصل. وظنوا انه مقصود بالذات...ولهذا اسشترطوافیه قطع الحلقوم و الودجین والمرئ علی خلاف بینهم فی تلک الشروط. وان هذا لتحکم فی الطب والشرع بغیر بینة [۴]

ترجمہ: چھوٹے اور مانوس جانوروں میں تذکیہ چونکہ عموماً ذبح کرنے سے حاصل ہوتا تھا، فقہاء نے اسی کی اصل سمجھ لیا اور گمان کیا کہ یہ ذبح ہی مقصود ہے۔۔۔۔اسی [غلط فہمی کی] وجہ سے فقہاء نے کھانے، سانس لینے اور خون کی رگوں کے کٹنے کو تھوڑے اختلاف کے ساتھ شرط زکوۃ قرار دیا۔ بے شک یہ طبی اور شرعی لحاظ سے بلا دلیل زور آزمائی ہے۔

﴿د﴾ اسی اجتھاد کا تکملہ یہ ہے کہ علامہ کے نزدیک جس جانور کو گلا گھونٹ کر قصداً مار دیا جائے وہ بھی حلال ہے۔ حرام صرف وہ جانور ہے جو اپنی موت مر گیا ہو یا کسی انسان کے اختیار کے بغیر کسی ٹکر سے یا اونچی جگہ سے گر کر یا خود بخود گلا گھٹ کر مر گیا ہو۔

آپ منخنقۃ [گلا گھوٹا ہوا جانور جو حرام ہے] کی صرف اس صورت کو حرام قرار دیتے ہیں جب وہ خود بخود گلا گھٹ کے مر گیا ہو۔

فاالمنخنقة بهذا المعنى من قبيل مامات حتف انفه من حيث انه لم يمت بتذكية الانسان له لاجل اكله [۵]

پس منخنقۃ [ہماری] اس تعریف کی رو سے اس جانور میں سے ہے جو اپنی موت آپ مر گیا ہو، کسی انسان نے اپنے کھانے کے لیے اسے نہ مارا ہو۔

﴿ہ﴾ اسکے بعد واضح لفظوں میں آپ یہ کہہ دیتے ہیں کہ جانور کا گوشت کھانا امور عادیہ میں سے ہے، للہذا اس میں حالات کے لحاظ سے تبدیلی آسکتی ہے، شرعی پابندیاں صرف عبادات میں ہوا کرتی ہیں۔

وامور العادات فى الأكل واللباس ليست مما يتعبد الله الناس تعبدًا باقرارهم عليه وانما تكون احكام العبادة بنصوص من الشارعتدل عليها[٦]

اور کھانا اور لباس وغیرہ جو عادات میں ہیں، ان چیزوں میں سے نہیں، جن کے ذریعے اللہ کی عبادت کی جاتی ہے، نصوصِ شریعت کی پابندی تو صرف عبادات میں ہوتی ہے۔

علامہ کے موقف کی ممکنہ اہمیت:

علامہ رشید رضا کی یہ انوکھی تحقیق اس لحاظ سے نہایت اہمیت کی حامل ہے کہ اس کو درست تسلیم کرنے کے بعد مشینی ذبیحہ کے بارے میں کسی مزید تحقیق کی ضرورت نہیں رہتی۔ یورپ کے غیر مذبوح گوشت حرام نہیں رہتا، غیر مسلم ممالک سے گوشت درآمد کرنے میں کسی تفتیشی ادارے کی حاجت نہیں رہتی۔ ذبیحہ کی تمام جدید شکلیں بیک جنبش قلم حلال قرار دی جاسکتی ہیں۔

مناقشہ اور اس کا اجمالی خاکہ:

اسی ضرورت کے پیش نظر بندہ زیرِ نظر مقالہ میں علامہ کے موقف کی شرعی جائزہ لینے کا اردہ رکھتا ہے۔ قارئین کی سہولت کے پیش نظر اس مقالہ کو درج ذیل عنوانات میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

﴿الف﴾ ذبح حیوان کو شریعت کیا اہمیت دیتی ہے؟

﴿ب﴾ کیا قرآن وسنت ذبح حیوان کے لیئے مخصوص شرائط کی پابندی لازمی قرار دیتی ہے؟

﴿ج﴾ رگیں کاٹے بغیر روح نکالنا کیسا ہے؟

﴿د﴾ ذبح حیوان امورِ عادیہ میں سے ہے یا امور تعبدیہ میں؟

﴿الف﴾ ذبح حیوان کا شریعت میں مقام:

صحیح احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی ذبیحہ کو ان ''شعائر'' میں فرمایا ہے، جن سے مسلمان کا مسلمان ہونا پہچانا جاتا ہے۔

چنانچہ صحیح البخاری میں ہے:

من صلی صلاتنا و استقبل قبلتنا و أکل ذبیحتنا فذلک المسلم الذی له ذمة اللّٰه ورسوله. [۷]

جو شخص ہماری طرح نماز ادا کرے اور ہمارے قبلے کی طرف رخ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے، ایسا شخص مسلمان ہے، جس کے لیئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ذمہ ہے۔

اس سے زیادہ صریح ایک اور روایت ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں۔

امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا: لا اله الا اللّٰه : فاذا قالوها و صلوا صلاتنا واستقبلوا قبلتنا وذبحوا ذبیحتنا فقد حرمت علینا دماؤهم واموالهم الا بحقها. [۸]

مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں، یہاں تک کہ وہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کہیں، جب وہ لوگ یہ کلمہ کہہ دیں، اور ہماری جیسی نماز ادا کریں، اور ہمارے قبیلے کا استقبال کریں اور ہمارے طریقے سے ذبح کریں تو اس وقت ان کا خون اور ان کا مال ہمارے اوپر حرام ہے۔

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کے ذبح کو نماز اور استقبالِ قبل کے ساتھ ملا کر بیان فرمایا ہے اور اسکو شریعتِ اسلامیہ کے ان امتیازات میں شمار فرمایا ہے جن کے ذریعہ مسلمان غیر مسلم سے ممتاز ہوتا ہے۔ صاحب شریعت کی شہادت سے بڑھ کر کس کی شہادت ہوگی کہ مشروع طریقے سے ذبحِ حیوان امور تعبدیہ میں سے اس حد تک مذہبی رسم ہے کہ اس پر عمل ایک مسلمان کے مسلمان ہونے کی دلیل ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث سے استنباط کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وفیه: ان امور الناس محمولة علی الظاهر. فمن اظهر شعار الدین اجریت علیه

احکام اهله مالم یظهر منه خلاف ذلک. [۹]

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کا معاملہ ظاہر کے مطابق ہوگا۔ جو شخص دین کے شعار کا اظہار کرے تو اس پر دین کے ماننے والوں کے احکام جاری ہوں گے۔ جب تک اس سے اسکے منافی کوئی عمل سرزد نہ ہو۔

ذبح کو شعائرِ اسلام تعلیم کرنے کے بعد عقلِ سلیم اس بات کا ضرور تقاضا کرتی ہے کہ شریعتِ اسلامیہ میں اسکے متعلق دیگر شعائر کی طرح جامع و مانع احکام بھی موجود ہوں، ورنہ کسی غیر واضح حکم کو، جسکی تفصیل وتطبیق عوام وعلماء کے حوالے کردی گئی ہو، شعائرِ اسلامی تو در کنار اہم حکم تسلیم کرنا مشکل ہے، خود اس حدیث میں ذبیحتنا [ہمارا طریقہ ذبح] کے الفاظ ذبح اسلامیہ کی مخصوص ساخت کی داخلی شہادت دے رہے ہیں۔

﴿ب﴾ قرآن وحدیث میں ذبح کا تصور:

مآخذِ اسلامیہ کے تفصیلی مطالعہ سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ معاشرتی امور میں سے نکاح وطلاق کی طرح ذبحِ حیوان بھی ایک خالص مذہبی چیز ہے، جس کے بارے میں خاص طریقے اور اصول مقرر کرنے میں شریعت سمحاء دوسری تمام سابقہ شریعتوں سے ممتاز ہے۔

اس دعوی کی سب سے بنیادی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت مقدسہ ہے:

لکل امة جعلنا منسکا هم ناسکوه . [۱۰]

ہم نے ہر امت کے واسطے ذبح کرنے کا طریقہ مقرر کیا ہے کہ وہ اسی طریقے پر ذبح کیا کرتے تھے۔

تابعین وکبار مفسرین (مثلاً امام مجاہد، حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہما) سے منسکا کی تفسیر "احکام الذبائح" منقول ہے۔[۱۱] لہٰذا آیت کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر امت اور شریعت کے لیئے ذبیحہ کے احکام الگ الگ رکھے ہیں، خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت چونکہ ایک مستقل شریعت ہے، لہٰذا ذبائح کے جداگانہ ممتاز احکامات کی حامل ہے۔[۱۲]

یہ آیت اس امر میں صریح وواضح ہے کہ شریعت نے مسئلہ ذبح حیوان کو ایک خاص ترکیب دی ہے، اور اس کی بنیادی وضع قطع کی تراش خراش افرادِ امت کے حوالے نہیں کی۔

اس اجمال کی تفصیل ان متعدد نصوص قرآنیہ واحادیثِ نبویہ سے ہوتی ہے جن ذبحِ حیوان کی جزوی تفصیلات تک مذکور ہیں۔

﴿ج﴾ ذبح حیوان کی منصوصی شرائط:

علامہ رشید رضا مصری مرحوم کا موقف گذشتہ صفحات میں بحوالہ ذکر ہو چکا ہے کہ آپ حلقوم کے کٹنے، حلق سے خون نکلنے وغیرہ کو ذبح اختیاری میں بھی لازمی تصور نہیں کرتے، ان کے نزدیک یہ فقہاء کرام کی تکلفات ہیں، جنہیں بغیر کسی دلیل و برھان کے شریعت کا حصہ قرار دے کر فقہا نے امت کو بے جا تنگی میں ڈال دیا ہے۔

چنانچہ آپ فقہ اربعہ کے تجزیہ کے بعد بحث کا اختتام اس جملہ سے کرتے ہیں۔

ومن العجائب ان كثيرًا من الناس يحبون ان تكون الشريعة عسرًا لايسرًا وحرجا لاسعة، وان هم لم يلتز موها الافيما يوافق أهوائهم. فمن شدد على نفسه لذالک ذنب عقابه فيه ومن شدد على الامة حثونا التراب فى فيه.[۱۳]

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ کچھ لوگ چاہتے ہیں کہ شریعت میں آسانی کے بجائے مشقت اور وسعت کے بجائے تنگی ہو۔ انہوں نے اپنی خواہشات کے مطابق شرائط لازم کردی ہیں۔ پس جس نے اس وجہ سے اپنے اوپر تنگی کی، اس کا گناہ اس پر ہے، اور جس نے امت پر تنگی کی ہم اس کی منہ میں مٹی ڈالے گے۔

لیکن یہ منظر اس وقت بدل جاتا ہے جب ایک منصف مزاج شخص غیر جانبداری سے آیات قرآنیہ و نصوص نبویہ کا تحقیقی و استقرائی مطالعہ کرتا ہے اور تحقیق کے نتیجے میں اس حقیقت کا مشاہدہ کرتا ہے کہ اسلامی ذبیحہ کے اصل مسئلے کو خود قرآن کریم نے براہِ راست ایسا واضح کر دیا ہے کہ اس میں کسی اجتہاد و رائے کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی و عملی احادیث نے اس کو اور بھی زیادہ واضح اور روشن کر دیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ شکار و ذبح کے یہ احکام فقہ اسلامی کے اہم ابواب شمار ہوتے ہیں۔ اور فقہ کی کوئی کتاب ایسی نہیں جس میں کتاب الصید و الذبائح نہ ہو اور اس میں ذبح کے تفصیلی احکام مذکور نہ ہوں۔ اگر چہ فقہاء کرام نے کچھ شرائط حجیتِ قیاس کے پیشِ نظر نصوص سے مستنبط بھی کیں ہیں، تاہم ان کا ذکر ہماری بحث سے خارج ہے۔ سرِ دست منصوصی شرائط ہی ذکر کی جاتی ہیں تا کہ علامہ کے موقف کا قرآن و سنت کے مخالف ہونا واضح ہو سکے۔

﴿د﴾ شرعی ذبح اور اس کی شرائط۔ دلائل کی روشنی میں:

ذیل میں ذبحِ حیوان کی شرائطِ منصوصہ بالترتیب ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کا نام بلند کیا جائے۔

قرآنِ حکیم تو بلاغت کا معیاری اور جامع مختصر کلام ہے، اس کے باوجود وہ اس تفصیل کے ساتھ اور اواضح الفاظ میں یہ مسئلہ بتاتا ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہے:

ولا تأكلوا مما لم يذكر اسم الله عليه وانه لفسق. [انعام: ۱۲۲]

اور ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ، جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور بلاشبہ یہ گناہ کی بات ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:

ومالكم ان لاتأكلوا مماذكر اسم الله عليه.

اور تم کو کونسا امر اس کا باعث ہوسکتا ہو کہ تم ایسے جانور میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔

(۲) ذابح مسلمان یا کم از کم کسی کتاب سماوی کا معتقد ہو۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد نے صرف اہلِ کتاب کے ذبیحہ کے حلت کی تخصیص فرمادی ہے:

وطعام الذين اوتوا الكتب حل لكم [المائدة: ۵]

ان لوگوں کا طعام تمہارے لیئے حلال ہے جن کو کتاب دی گئی ہے۔

(۳) ذبح میں رگیں ضرور کاٹی جائیں۔

فقہاءامت کی اجماعی تحقیق ہے کہ جانور کی اس طرح رگیں کٹنے سے ''ذکاۃ شرعی'' حاصل ہوتی ہے۔جس کے نتیجے میں اس کا خون بہہ جائے۔

دلائل درج ذیل ہیں:

[الف] عن ابن عباس و ابی هريرة رضی الله عنهما قالا: نهی رسول الله صلی الله عليه وسلم عن شريطة الشيطان، وهی التی تذبح فيقطع الجلد ولاتفری الاوداج تترک حتی تموت. [۱۴]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنھما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان کے چیرے سے منع فرمایا ہے، وہ یہ کہ جانور کو اس طرح ذبح کیا جائے کہ اس کی کھال کاٹ کر اس کو چھوڑ دیا جائے اور اس کی رگیں نہ کاٹی جائیں یہاں تک کہ وہ جانور مرجائے۔

[ب] عن حذيفة وفی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم اذبحوا بكل شیءٍ فری الاوداج ماخلا السن والظفر. [۱۵]

ترجمہ: حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر اس چیز سے ذبح

کر سکتے ہیں جس سے رگیں کٹ جائیں، سوائے دانت اور ناخن کے۔

[ج] وعن رافع بن خديج قال: سألت رسول الله عن الذبيحة بالليطة، قال: كل مافرى الاوداج الاسن اوظفر.[١٦]

ترجمہ: حضرت رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کمان سے ذبح کیے ہوئے جانور کے بارے میں دریافت کیا: آپ ﷺ نے فرمایا: جس جانور کی رگیں کٹ جائیں اسے کھالو سوائے دانت یا ناخن سے کٹے ہوئے کے۔

مذکورہ بالا احادیث ذبح کے لیئے اوداج کے کٹنے کو ضروری قرار دیتی ہے۔اوداج، ودج کی جمع ہے، جو کھانے اور سانس کی نالی کے دائیں بائیں خون کی موٹی رگوں کو کہتے ہیں، عادۃً ان کا قطع کرنا سانس اور کھانے کی نالیاں کاٹے بغیر نہیں ہوتا، اس لئے مراد ان چاروں کا کاٹنا ہے۔[۱۷]

(۴) ذبح شرعی کے لیے جانور کا خون بہنا بھی ضروری ہے۔

علامہ کے موقف برخلاف صحیح احادیث سے ذکاۃ شرعی کے لیے خون بہنے کی شرط معلوم ہوتی ہے۔مثلاً:

[ا] حضرت رافع بن خدیج سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے کہ ان کے دادا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ:

افنذبح بالقص؟ فقال: ماانهر الدّم وذكر اسم الله فكل؟[١٨]

ترجمہ: کیا ہم جانور کو بانس کے چھلکے سے ذبح کر سکتے ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: جو چیز خوب خون بہائے اور اس جانور پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اس کو کھالو۔

[۲] حاتم طائی کے بیٹے حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ عرض کیا:

انى ارسل كلبى فاخذ الصيد، فلا اجد مااذكيه به فاذبحه بالمروة وبالعصا، قال: انهر الدم بما شئت واذكر اسم الله[١٩]

ترجمہ: میں شکار کرنے کے لیئے کتا چھوڑتا ہوں، اور اس کے نتیجے میں جانور شکار کر لیتا ہوں، لیکن مجھے کوئی چیز نہیں ملتی جس سے اس شکار کو ذبح کروں تو میں کانچ یا لکڑی سے ذبح کر دیتا ہوں۔حضور نے فرمایا: جس چیز سے چاہو، خون بہادو، اور اس کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لو۔

مذکورہ بالا احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کے بہنے کو ''انھر'' سے تعبیر کیا ہے۔''انھار'' کے اصل معنی ''وسعت'' کے ہیں، ''نہر'' کو ''نہر'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں پانی وسعت سے بہتا ہے۔معلوم ہوا کہ ذکاۃ

شرعی کے لیے نہ صرف خون کا بہنا بلکہ کامل طور پر بہنا شرط ہے اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب خون کی رگیں کاٹ دی جائیں۔

(۵) مقامِ ذبح۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات کے ذریعے ذبح کے محل کی بھی تعین فرمائی اور اسے اتنی اہمیت دی کہ منی کے عظیم اجتماع میں اس کا اعلانِ عام فرمایا:

عن ابی هريرة رضی الله عنه، قال: بعث رسول الله صلی الله عليه وسلم بديل بن ورقا علی جمل اورق، يصيح فی فجاج منی: الا ان الذكوة فی الحلق واللبة، الا ولا تعجلو. [۲۰]

ترجمہ: حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم نے بدیل بن ورقا کو مٹیالے رنگ کے اونٹ پر وادی منی میں اعلان کرنے کے لیے بھیجا: خواب سمجھ لو! ذکاۃ اختیاری کا محل حلق اور سینہ کے درمیانی گڑھے کے درمیانی حصہ ہے، خبردار! (پوری طرح جان نکلنے سے پہلے کھال اتارنے میں) جلدی نہ کرو۔

یہ حدیث بھی اس کی شاہد عادل ہے کہ جانور کے حلال ہونے کے لیے مخصوص مقام سے ہی خون نکالنا شرطِ اصلی ہے، محض جانور کو مارنے سے حلال نہیں ہوا جاتا۔ بس اتنی تفصیل ہے کہ جس وحشی جانور کو پکڑ کر ذبح کرنا ممکن نہ ہو، یا جانور مانوس تو ہے لیکن بدک گیا ہے، ان کے لیئے جانور کے کسی بھی حصے کو زخمی کر دینا کافی سمجھایا گیا ہے، لیکن اس کے علاوہ جانوروں کے ذبح کی تمام صورتوں میں حلق ولبہ کے درمیان سے ذبح کرنا ضروری ہے۔

اس کی تائید اس اعلان سے ہوتی ہے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالی نے مدینہ منورہ کے بازار میں کروایا:

الذكاة فی الحلق واللبة لمن قدر. [۲۱]

ترجمہ: جس جانور کے ذبح پر قدرت ہو اسکو حلق اور لبۃ کے درمیان سے ذبح کرنا ضروری ہے۔

(۶) تیز دھاری دھار آلہ۔

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ "ذکاۃ شرعی" کے لیئے آلۂ ذبح کا دھاردار ہونا واجب ہے کہ وہ آلہ اپنی دھار کی وجہ سے جانور کو کاٹ دے یا پھاڑ دے، اپنے بوجھ اور وزن کی وجہ سے نہیں پھاڑے۔ البتہ چھری یا چاقو ہونا ضروری نہیں بلکہ ہر دھاردار چیز سے ذبح جائز ہے۔

فقہاء کرام کے اس موقف کی تائید ان تمام ماسبقہ احادیث سے ہوتی ہیں جن میں آپ نے فرمایا:

''ہراس چیز سے ذبح کرسکتے ہیں جو رگیں کاٹ دے، سوائے دانت اور ناخن کے''۔[۲۲]

مذکورہ بالا شرائط کے علاوہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذبح حیوان کی مذید تفصیلات بھی منصوص ومنقول ہیں، جن کا مطالعہ صحاح کی ''کتاب الصید و الذبائح'' میں کیا جاسکتا ہے۔

بہرحال! احادیث بالا سے ثابت ہوجاتا ہے کہ ذبح کا مسنون اور شرعی طریقہ وہی ہے جسے امت کے فقہاء نقل کرتے چلے آرہے ہیں کہ جانور رکو اور اس طرح ذبح کیا جائے کہ اسکے گلے کی چار رگیں کٹ جائیں، خون بہہ جائے، اور اللہ کا نام ابتداء میں لے لیا جائے۔

یہ طریقہ فقہاء کرام کا نہ تو اختراع کردہ ہے نہ ہی اہل عرب کی نری تقلیدی روش کا نتیجہ ہے بلکہ خود صاحب شریعت کا وضع کردہ ہے، جس کی خلاف ورزی گناہ بھی ہے اور ناجائز بھی ہے۔

(۷) جانور کی رگیں کاٹے بغیر روح نکالنے کی شرعی حیثیت

علامہ مصری کے مطابق جانور کے حلال ہونے کے لیئے ذبح اور اسکے متعلقات چونکہ لازم نہیں، لہذا وہ جانور جو گلا گھونٹ کر مارا جائے وہ بھی حلال ہے، چاہے کوئی مارے کس طرح مارے، حلقوم کی رگیں کٹیں یا نہ کٹیں۔ حرام صرف وہ جانور ہے جو بغیر کسی انسان کے مقصد واختیار کے اپنی موت آپ مرگیا ہو۔

لیکن جمہور فقہاء ومجتھدین جانور کے حلال ہونے کے لیئے رگیں کاٹنے کو ایک لازمی عنصر قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک ایسا جانور جس پر انسان کو ذبح کرنے کی قدرت حاصل ہے، اگر اس کی رگیں کاٹے بغیر روح نکال دی جائے تو ذکوۃ شرعی حاصل نہ ہونے کی بناء پر وہ حرام ہوگا۔

اس کی دلیل اول قرآن کریم کی یہ آیت ہے

حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما احل بغیر اللّٰہ به والمنخنقة والموقوذة والمتردیة والنطیحة وما اکل السبح الاماذ کیتم.

ترجمہ: حرام کیا گیا ہے تم پر مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور جس جانور کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، جس کا گلا گھونٹا گیا ہو، جس کو غیر دھاردار بھاری آلے سے مارا گیا ہو، جو اوپر سے گر کر مرگیا ہو، اور جو جانور دوسرے جانور کے سینگ مارنے کی وجہ سے ہلاک ہوگیا ہو اور جس جانور کو درندے نے کھایا ہو، البتہ وہ جانور جس کو تم ذبح کرو۔

اس آیت میں منخنقة اور موقوذة کو حرام جانوروں میں شمار کیا گیا ہے۔

منخنقہ:

وہ جانور ہے جس کی موت گلا گھٹنے سے واقع ہو، چاہے کوئی اسکا گلا گھوٹے یا اتفاق سے ایسا ہو جائے۔ بہرحال جس جانور کو بغیر ذبح کیے محض گلا گھونٹ کر مار دیا گیا ہو، وہ بھی منخنقہ میں شامل اور نصِ قرآنی کی رو سے حرام ہو جاتا ہے۔

منخنقۃ کی اس تفسیر کی تائید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول سے ہوتی ہے:

المنخنقة التي تخنق فتموت. [۲۳]

ترجمہ: منخنقہ وہ جانور ہے جس کا گلا گھوٹا جائے تا کہ وہ مر جائے۔

موقوذۃ:

وہ جانور ہے جس کو غیر دھاری دار بھاری چیز سے مارا جائے حتیٰ کہ وہ مر جائے۔ اس کو بھی انسان ہی کھانے کے ارادہ سے مارتے تھے۔ جیسا کہ مشہور تابعی حضرت قتادہ نقل کرتے ہیں:

قال قتادة: كان اهل الجاهلية يضر بونها بالعصى حتى اذا ماتت اكلوها [۲۴]

ترجمہ: حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ اہل جاہلیت جانور کو لاٹھیوں سے مارتے تھے، جب وہ مر جاتا اسے کھا لیتے۔

بہرحال! اس آیت سے مقصود اس بات کا سمجھانا ہے کہ جانور کے حلال ہونے کے لیئے شریعت نے ایک ہی راستہ متعین فرمایا ہے، یعنی اختیاری صورت میں رگیں کاٹ کر ذبح کرنا، اضراری صورت میں شکاری پرندے و کتے یا دھاری دھار تیر کے ذریعے جانور کو زخمی کرنا۔ اس کے علاوہ کسی بھی طریق سے مارے گئے جانور کا حلال ہونے کی کوئی صورت نہیں، اسمیں انسان کے مقصد کی بنیاد پر کوئی تفریق نہیں۔

﴿۵﴾ ذبح حیوان امرِ عادی ہے یا امرِ تعبدی؟

مقالے کے ابتدائی حصے میں مذکور علامہ کے موقف کا خلاصہ علامہ ہی کے الفاظ میں یہ مترشح ہوتا ہے کہ ذبح کا تعلق کھانے پینے سے ہے، اور اکل و شرب امور عادیہ میں سے ہیں، جو تکلیفاتِ شرعیہ کی حدود سے خارج ہیں، شریعت کی پابندیوں کا مکلّف انسان صرف عبادات کے دائرہ میں ہوتا ہے، لہذا ہر نئے زمانے کے لحاظ سے ذکاۃ شرعی کی صورت و کیفیت تبدیل کی جا سکتی ہے، عہدِ رسالت کے منقولہ طریقے کی اتباع ضروری نہیں۔

اسی اجتھاد کا تکملہ ہے کہ آپ کے نزدیک بجلی کے جھٹکے سے جانور کو مارنا نہ صرف جائز بلکہ افضل ہے اور مشینہ ذبیحہ تمام پابندیوں کی رعایت کیے بغیر ہی جائز ہے۔

جمہور کی رائے میں اول تو ''ذبح حیوان'' امر عادی'' ہی میں سے نہیں۔ اور اگر بالفرض اسے امور عادیہ میں

سے تسلیم کر بھی لیا جائے تب بھی اس طریقہ کو تبدیل کرنے ہمیں حق حاصل نہیں۔

جمہور کی یہ رائے تحقیق پر مبنی ہے، جسے دلائل کے اضافے کا ساتھ پیش کیا جارہا ہے۔

[الف] امرعادی اور امرتعبدی کی پہچان

''امرعادی'' اور ''امرتعبدی'' دونوں ائمہ اصول کی اصطلاح ہے جس کی تشریح علامہ شامی رحمہ اللہ تعالی اس طرح فرماتے ہیں:

فما شرعه ان ظهرت حکمته لنا قلنا انه معقول والاقلنا انه تعبدی[۲۵]

ترجمہ: شریعت نے جن چیزوں کے بارے میں حکم دیا ہے، اگر اس کی حکمت ہمیں معلوم ہوجائے تو اسے امرمعقولی [یاعادی] کہے گے ورنہ اسے امرتعبدی کہے گے۔

اس کی مزید وضاحت امام الشاطبی کے کلام سے ہوتی ہے۔

مالم یعقل معناه علی التفصیل من المامور به او المنهی عنه فهو المراد بالتعبدی وماعقل معناه وعرفت مصلحته او مفسدته فهو المراد بالعادی، فالطهارات والصلوات والصیام والحج کلها تعبدی، والبیع النکاح والشراء والطلاق والاجارات کلها عادی لان احکامها معقولة المعنی. [۲۶]

ترجمہ: شریعت میں جس کام کے کرنے کا حکم دیا جائے یا جس کے کرنے سے روکا جائے۔اگر اس کی حقیقت و غایت پوری تفصیل کے ساتھ سمجھ میں نہ آئے تو وہ ''امرتعبدی'' ہے اور اگر اس کی حقیقت پوری تفصیل و توضیح کے ساتھ سمجھ میں آجائے اور اس کی مصلحت یا مضرت پوری طرح واضح ہوجائے تو وہ ''امرعادی'' ہے۔لہذا وضو، غسل وغیرہ، نماز، روزہ، حج سب کے سب امورعبدیہ ہیں۔خرید و فروخت، نکاح، طلاق، اجازت، جنایات و عقوبات ''امورعادیہ'' ہیں۔

اس تفصیل کی روشنی میں جب ہم ذکاۃ شرعی [ذبح کے شرعی طریقہ] کا جائزہ لیتے ہیں تو وہ ہم کو ''امورتعبدیہ'' میں داخل نظر آتا ہے، کیونکہ اس طریقہ کی کچھ حکمتیں اور فوائد معلوم ہوتے ہوئے بھی یہ دعوی نہیں کیا جاسکتا کہ اس کی پوری غرض و غایت ہماری سمجھ میں آگئی۔یہ تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس طریقہ خاص سے ذبح کرنے سے دم مسفوح آسانی سے نکل جاتا ہے، لیکن پھر بھی چند سوالات ذہن میں پیدا ہوئے۔مثلاً ان موٹی موٹی رگوں کو کاٹنے کا حکم کیوں دیا؟ دوسری رگوں کے کاٹنے سے بھی یہ مقصد حاصل ہوسکتا ہے، چنانچہ ذکاۃِ اضطراری میں دوسرا طریقہ ہی اختیار کیا گیا ہے۔

غرض اس کی غرض و غایت اور پوری حکمتیں ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں، لہذا اس امر کو تعبدی ہی کیا جائے گا۔

[ب] امر تعبدی کی واضح علامت

اہل اصول کی تصریح ہے کہ امور تعبدیہ کا ایک خاصہ یہ ہے کہ ان میں فرائض، سنن، فضائل، مستحبات شریعت کی جانب سے بیان کیئے جاتے ہیں، امور عادیہ میں یہ بیان نہیں کیے جاتے۔

اس لحاظ سے بھی ذکاۃ شرعی ''امور تعبدیہ'' میں شامل معلوم ہوتا ہے کہ اس کے لیئے فرائض، واجبات، سنن کے ساتھ ساتھ آداب تک صاحب شریعت نے واضح الفاظ میں بیان کیے ہیں، حتی کہ جانور کو ذبح کرنے سے پہلے چھری تیز کرنے تک کو صراحت سے بیان کیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللّٰہ کتب الاحسان علی کل شیءٍ فاذا قتلتم فاحسنوا القتلة واذا ذبحتم فاحسنوا الذبح ولیحد احدکم شفرته فلیرح ذبیحته. [۲۷]

ترجمہ: بلاشبہ، اللہ تعالیٰ نے ہر معاملے میں احسان وخوبی کا برتاؤ کرنے کی تاکید کی ہے، اگر کسی [مجرم] کو قتل کرو تو مناسب صورت سے قتل کرو اور اگر جانور کو ذبح کرو تو مناسب صورت سے قتل کرو۔ اور چھری تیز رکھو اس سے جانور کے لیے سہولت کی کوشش کرو۔

مسلمانوں نے اسی بناء پر ہمیشہ ذبیحہ کے مسئلہ کو اہمیت دی ہے اور ذبح کی خدمت ایسے لوگوں کے سپرد کی جو ان کے مسائل سے پوری طرح واقف ہوں۔

علامہ عبدالحی الکتانی رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق عہدِ رسالت میں ذبح اور نحر کی خدمت جلیل القدر صحابہ کے ذمہ تھی، چنانچہ اس سلسلے میں آپ حضرت زبیر، عمرو بن العاس، عامر بن کریز رضی اللہ عنھم کے اسماء شمار کراتے ہیں۔ [۲۸]

علامہ ابن الحاج المالکی مدخل میں اپنے زمان بھی اسی احتیاط کا ذکر کرتے ہیں:

''میں اپنے وطن فاس میں اسی طریقہ پر عمل پاتا ہوں کہ وہاں مویشی کے مالک ذبح نہیں کرتے بلکہ دیندار باخبر لوگ اس لیے مقرر ہیں اور وہ ذبح کرتے ہیں۔ [۲۹]

[ج] خودساختہ اصطلاح

علامہ رشید رضا مصری کی تحریر کا بغور جائزہ لینے سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ امور عادیہ اور امور تعبدیہ اصولین کی اصطلاح کے تناظر میں لینے کے بجائے ایک نئی تعریف کے قائل ہیں۔ یعنی بعثت سے قبل جو امور اہل عرب کیا کرتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے بعد اپنی طریقوں کو برقرار رکھا، وہ امور عادیہ ہیں، اور جو اس طرح نہ ہوں وہ تعبدی ہیں۔

آپ کا ہی جملہ ہے

والصواب ان الذبح كان ولايزال اسهل انواع التذكية على اكثر الناس فلذلک اختاروه واقرهم الشرع عليه. [۳۰]

حقیقت یہ ہے کہ ذبح جانور کے تذکیہ کے لیئے لوگوں کے لیئے سب سے آسان طریقہ تھا، اسی وجہ سے لوگوں نے یہ طریقہ اختیار کر رکھا تھا اور شریعت نے اسے برقرار رکھا۔

تاہم غور کیا جائے تو یہ اصطلاح ہی خود ساختہ ہے اور مستشرقین کی خانہ ساز ہے۔ عہدِ جاہلیت کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ مشرکینِ عرب میں نماز، زکوٰۃ، غسل جنابت، ختنہ، اعتکاف، وغیرہ کے پابندی پائی جاتی تھی۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ ان تمام امور کو فرداً افرداً ثابت کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

وبالحملة كان اهل الجاهلية يتحنثون بانواع التحنثات. [۳۱]

ترجمہ: الغرض اہلِ جاہلیہ متعدد مذہبی سرگرمیاں انجام دیتے تھے۔

لہٰذا اس اصطلاح کے موجب نماز، روزہ، حج، طواف وغیرہ عبادات بھی امور عاریہ بن جائیں گے۔ پھر اس کے بعد دوسرا مقدمہ لگالیں کہ امور عاریہ میں طریقے تبدیل کیے جاسکتے ہیں۔ لہذا نتیجہ ظاہر ہے کہ ساری شریعت تبدیل ہوسکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اہلِ عرب میں بہت سے طریقے دین حنیف یعنی دین ابرہیم کے باقی تھے، بعض تو علی حالہ تھے اور بعض ترمیم وتحریف سے گذر چکے تھے۔ جناب نبی کریم علیہ السلام خاتم الانبیاء ہونے کے ساتھ ہی دین حنیف کے مجدد تھے اور آپ کا لایا ہوا دین اس کی تکمیلی شکل تھا۔ اس لیے آپ نے ان طریقوں کو ہدایات ربانی کے ماتحت ختم نہیں کیا بلکہ ضروری ہدایات اور حذف اضافہ جات کے بعد امت مسلمہ میں جاری رکھا۔ مستشرقین اس کو اپنی جہالت سے ''رسم درواج'' کی پیروی کہتے ہیں حالانکہ یہ سب طریقے تعبدی ہیں اور دین کے اجزاء ہیں۔

قرآن کریم کی درج ذیل آیت میں اسی طرف اشارہ ہے:

ثم اوحينا اليک ان اتبع ملة ابراهيم حنيفا وماكان من المشركين.

ترجمہ: پھر ہم نے آپ کی جانب وحی بھیجی کہ آپ ملت ابراہیم کی پیروی کرو جو ایک طرف ہو کے رہے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔

[د] امورِ عادیہ میں شرعی پابندیاں

بالفرض اگر ہم ذبح کے شرعی طریقہ کو علامہ کے مطابق ''امور عاریہ'' میں شمار بھی کرلیں تب بھی اس سے لازم

نہیں آتا کہ اس طریقہ کو تبدیل کرنے کا ہمیں حق حاصل ہے، کیوں کہ امور عادیہ میں بھی ہم شریعت کے احکام کی بجا آوری کے پابند ہیں، اس لیے کہ امور عادیہ میں بھی تعبد کے معنی پائے جاتے ہیں۔

خرید وفروخت کے معاملات امور عادیہ ہیں، لیکن اُن میں کسی کو اختیار نہیں کہ شریعت نے صحیح، فاسد، باطل، مکروہ کی جو پابندیاں عائد کی ہیں، ان کو توڑ دے۔

علامہ شاطبی اس حقیقت کو بیان فرمارہے ہیں۔

ولابد فیھا من التعبد وھی مقیدۃ بامور شرعیۃ لاخیرۃ للمکلف فیھا... واذا کان کذلک فقد ظھر اشتراک القسمین فی معنی التعبد. [۳۳]

ترجمہ: ''امور عادیہ'' میں بھی تعبد کے معنی پائے جاتے ہیں، کیوں کہ یہ بھی شرعی احکام کے ساتھ مقید ہیں اور مکلّف کو ان میں کسی قسم کی تبدیلی کا اختیار نہیں،۔۔۔۔اس سے واضح ہوا کہ دونوں قسمیں [امور عادیہ اور تعبدیہ] تعبد کے اس حکم میں شریک ہیں۔

ایک حدیث میں مجوسی کفار کے متعلق ارشادفرمایا کہ ان کے ساتھ وہ ہی معاملہ کیا جائے جو اہل کتاب کے ساتھ کیا جاتا ہے، صرف دو چیزوں کا فرق ہے۔

غیر ناکحی نسائھم ولا اٰکلی ذبیحتھم. [۳۴]

ترجمہ: نہ تو ان کی عورتوں سے نکاح جائز ہے نہ ان کا ذبیحہ کھانا جائز ہے۔

اس حدیث میں یہ حقیقت اور بھی واضح ہوگئی کہ جس طرح نکاح اگر چہ انسانی عادات اور معاشرتی امور میں سے ہے، لیکن اسلام نے اس پر بھی کچھ مذہبی پابندیاں عائد کی ہیں، جن کے بغیر شرعاً نکاح نہیں ہوتا، اسی طرح ذبیحہ بھی عبادات کے دائرہ سے خارج ہونے کے باوجود کچھ شرعی پابندیوں کا مرکز ہے، جس کے بغیر ذبیحہ حلال نہیں ہوتا۔

یہی وجہ ہے کہ ائمہ مجتہدین نے ذبح کے صرف طریقۂ مسنون کو جائز اور صحیح قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے طریقوں کو باطل اور کالعدم سمجھا اور سمجھایا ہے۔

امام شافعی اپنی بے نظیر کتاب ''الام'' میں فرماتے ہیں:

الذکاۃ وجھان؛ وجہ فیما قدر علیہ الذبح والنحر و فیما لم یقدر علیہ ما نالہ الانسان بسلاح بیدہ اور رمیہ بیدہ فھی عمل یدہ اور ما احل اللّٰہ عزوجل من الجوارح المعلمات التی تاخذ فعل الانسان کما یصیب السھم بغعلہ. فاما المحفرۃ فانھا لیست واحدًا من ذاکان فیھا سلاح یقتل اولم یکن ولوان رجلا نصب سیفًا او. رمحًا

ثم اصطر صید الیه فاصابه فذکاه لم یحل اکله لانها ذکاة بغیر واحدٍ . [۳۵]

ترجمہ: ذکاۃ کے دوطریقے ہیں۔ایک طریقہ ذکاۃ اختیاری کا ہے اوروہ ذبح یانحر ہے۔دوسرا طریقہ ذکاۃ غیراختیاری کا ہے۔اس میں اپنے ہاتھ سے تیر مارنا یاکسی ہتھیار سے کام لینا یاشکاری جانوروں سے شکار کرنا وغیرہ داخل ہے۔اوران سب میں انسانی فعل وعمل کودخل ہے۔گڑھا کھود کرکسی جانور کواس میں گرا کر ماردینا ذکاۃ شرعی کے طریقوں میں داخل نہیں ہے۔خواہ گڑھے میں ہتھیار ہوں یا نہ ہوں۔اسی طرح اگر ایک شخص نے تلوار یا نیزہ گاڑلیا، پھرکسی جانور کواس کی طرف بھگایا اوراس سے ذبح ہوگیا تواس کا کھانا بھی جائزنہیں، کیوں کہ یہ بلاکسی شخص کے ذبح کرنے سے ذبح ہوا ہے۔

خلاصۂ بحث

جمہور علماء اور رشید رضا مصری کے مواقف میں اختلاف سے دھندلی ہوجانے والی حقیقت پنہاء کی کی تلاش وتحقیق سے درج ذیل امور مستفاد ہوئے۔

۱) شریعت ذبحِ حیوان کوشعائر اسلامی میں سے قرار دیتی ہے۔

۲) مطالعۂ قرآن بتاتا ہے کہ گذشتہ شرائع کی طرح شریعتِ محمدی کوبھی جداگانہ احکامِ ذبائح عطا ہوئے۔

۳) نصوصِ قرآنیہ اوراحادیث نبویہ میں ذکاۃ شرعی کی شروطِ لازمہ اورامور مستحبہ کاتفصیلی بیان موجود ہے، جن سے اسلامی ذبیحہ کی مخصوص ساخت کی طرف رہنمائی ملتی ہے۔

۴) ان ہی نصوص سے واضح ہوتا ہے کہ ذبحِ اختیاری میں رگوں کااس طرح کاٹنا ضروری ہے کہ خون اچھی طرح بہہ جائے۔

۵) صحیح تعریف کی رو سے ذبحِ حیوان امرِ تعبدی ہے نہ کہ امرِ عادی۔

نتائجِ تحقیق

درج بالامعروضی جائزہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کا نام لینا، مخصوص رگوں کا تیز دھاری دھار آلات سے کاٹنا، خون بہنا، ذکاۃِ اختیاری کے لیے ایسی شرائط ہیں جن کی رعایت مشینی وجدید طرزِ ذبیحہ میں بھی ضروری ہے۔جدید مسائل کا حل یہ نہیں ہے کہ متوارث ومتواتر طریقہ کی بالکلیہ نفی کردی جائے۔یہ طرزِفکر تحریفِ نصوص کے ساتھ ساتھ انتشارِ امت کا ذریعہ بنتی ہے۔بڑھتی ہوئی آبادی، صارفین کی کثرت اورزیادہ پیداوار کی ضرورت مسلّم مسائل ہیں، تاہم مغربی مشینی ذبیحہ ہی ان کا واحد حل نہیں۔مسلم مفکرین و ماہرین کوتخلیقی سوچ اپناتے ہوئے ان واقعی مسائل کے مناسب متبادل دریافت کرنے چاہیے جوزمانے کی رفتار اورشرعی اخلاقات دونوں سے مل کھاتے ہوں۔

حوالہ جات

۱۔ رشید، محمد رضا، تفسیر المنار ﴿بیروت، دارالکتب العلمیة، ١٤٢٠ - ١٩٩٩م﴾ ص: ١١٤، ج: ٦

۲۔ ایضاً، ص: ١٧٩

۳۔ ایضاً، ص: ١١٩

۴۔ ایضاً، ص: ١١٨

۵۔ ایضاً، ص: ١١٣

۶۔ ایضاً، ص: ١١٩

۷۔ بخاری، ابوعبداللّٰہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، ﴿ریاض، دارالسلام للنشر والتوزیع، محرم ١٤٢١ھ - اپریل ٢٠٠٠م﴾ کتاب الصلاة، باب فضل استقبال القبلة، رقم الحدیث: ٣٩١

۸۔ ایضاً، رقم الحدیث: ٣٩٢

۹۔ ابن حجر، احمد بن علی العسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، ﴿ریاض، دارالسلام للنشر والتوزیع، ١٤٢١ھ - ٢٠٠٠م﴾ کتاب الصلاة، باب فضل استقبال القبلة، تحت الحدیث: ٣٩٢

۱۱۔ طبری، ابو جعفر محمد بن جریر، جامع البیان فی تاویل القرآن ﴿بیروت، دار الکتب العلمیة، ١٤٢٦ھ ٢٠٠٥م﴾، ص: ١٨٠، ج: ٩

۱۲۔ شفیع، مفتی محمد، معارف القرآن ﴿کراچی، ادارة المعارف، جمادی الاول ١٤٢٢ھ - اگست ٢٠٠١م﴾، ص: ٢٤٣، ج: ٦

۱۳۔ رشید، المحولة سابقا، ص: ١٧٩

۱۴۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث بن اسحاق السجستانی، سنن ابی داؤد ﴿ریاض، دارالسلام للنشروالتوزیع، محرم ١٤٢١ھ - اپریل ٢٠٠٠م﴾، کتاب الاضاحی، باب المبالغة فی الذبح، رقم الحدیث: ٢٨٢٦

۱۵۔ ہیشمی، نورالدین علی بن ابی بکر بن سلمان، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ﴿بیروت، دارالکتب العلمیة، ١٤٢٢ھ - ٢٠٠١م﴾ کتاب الاضاحی، باب ماتجوز به الذکاة، ص: ٢٩، ج: ٤، رقم الحدیث: ٦٠٣٨

۱۶۔ ابن ابی شیبة، ابوبکر عبداللّٰہ بن محمد، المصنف لابن ابی شیبة، ﴿کراتشی، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة، ١٤٢٨ھ - ٢٠٠٧م﴾، کتاب الصبید، باب من قال: اذاانهر الدم فکل---،ص: ٤٢٦، ج:١٠، رقم الحدیث: ١٩٨١٠

۱۷۔ کاسانی، علاء الدین ابی بکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ﴿کوئٹہ، مکتبہ رشیدیہ، سن ن﴾ کتاب الصید والذبائح، فصل فی بیان شرط حل اکل الماکول، ص: ١٠٧، ج: ٤

۱۸۔ بخاری، المحولة سابقا، کتاب الذبائح، باب التسمیة علی الذبیحة، رقم الحدیث: ٤٩٨٠

۱۹۔ نسائی، ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب الخراسانی، سنن نسائی ﴿بیروت، دارالسلام للنشرو التوزیع،

١٤٢١ھ - ٢٠٠٠م﴾، كتاب الاضاحى، باب اباحة الذبح بالعود، رقم الحديث: ٤٤٠١

۲۰۔ دارقطنی، علی بن عمر، سنن الدار قطنی، ﴿بیروت، دارالمعرفة، ١٤٢٢ھ - ٢٠٠١م﴾ ،كتاب الاشربة، باب الصيد و الذبائح، رقم، ٤٦٦٩

۲۱۔ نووی، ابوزکریا محی الدین بن شرف، المجموع شرح المهذب ﴿بیروت، دارلفکر، ١٤٢١ھ - ٢٠٠٠م﴾، ص: ٨٤، ج: ٩

۲۲۔ هيثمى، المحولة سابقا۔

۲۳۔ طبرى، المحولة سابقا، ص: ٤٠٧، ج: ٤

۲۴۔ ابن کثیر، ابوالفداء الدمشقی، تفسير القرآن العظيم ﴿کراتشی، قدیمی کتب خانه، س ن﴾، ص: ٨، ج: ٢، *ان شرائط کی مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے* :تقی، محمد عثمانی، جانوروں کے ذبح کے احکام، فقهی مقالات، کراتشی، میمن اسلامك پبلشرز، جنوری ٢٠٠٤ء

۲۵۔ شامی، محمد امین ابن عابدین، حاشیة رد المحتار على الدر المختار ﴿کراتشی، ایچ ایم سعید کمپنی، ١٤٠٦ھ﴾، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ص: ٤٤٧، ج: ١

۲۶۔ شاطبی، ابراهيم بن موسى، الاعتصام ﴿بیروت، مكتبة الريا، ١٤٢٢ ھ﴾، فصل فى افعال المكلفين ، ص:٧٩،ج: ٢

۲۷۔ مسلم، ابن الحجاج القشيرى، صحيح المسلم ﴿بیروت، دارالسلام للنشروالتوزيح، ١٤٢١ھ﴾، كتاب الصيد والذبائح، باب الامربالاحسان فى الذبح، رقم الحديث: ١٩٥٥

۲۸۔ کتانی، شیخ عبدالحی، نظام الحکومة النبوية ﴿بیروت، دارالکتب العربى، س ن﴾، فصل: اللحام هوالجزاروالقصاب، بحواله: ٹونکی، ولی حسن، ذبح کا مسنون طریقه، فتاوی بینات ،﴿کراتشی، مکتبه بینیات، رمضان ١٤٢٧ھ﴾، ص: ٥٠٥، ج: ٤

۲۹۔ ابن الحاج، ابوعبدالله محمد بن محمد الفاسی، مدخل الشرع الشريف على المذاهب الاربعة، ﴿حلب،مصطف البابى، ١٤٢١ھ﴾ ص: ١٨٣، ج: ٢

۳۰۔ رشيد، المحولة سابقا، ص: ١١٨

۳۱۔ ولی الله، شاه المحدث الدهلوی، حجة الله البالغة﴿کراتشی، قدیمی کتب خانه، ١٤٢٧ھ﴾ باب بيان ماكان عليه حال اهل الجاهلية، فصل: من بقايا الحنيفية السمحة، ص: ٣٦٧، ج: ١

۳۲۔ شاطبى، المحولة سابقا، ص: ٨٠

۳۴۔ ابن ابى شيبة، المحولة سابقا، ص: ١١٨، ج، ٩

۳۵۔ شافعی، محمد بن ادريس، الأم ﴿مصر، المطبعة الكبرى الاميرية، ١٤٠٥ھ﴾كتاب الصيد والذبائح، باب الذكاة وما ابيح اكله ومالم يبح، ص: ٩٧ ج: ٢ ، *اس پر مزید کلام ملاحظہ کیجیے*: ٹونکی، ولی حسن، ذبح کا مسنون طریقه، فتاوی بینات، ، مکتبه بینیات، رمضان ١٤٢٧ھ